مباحثہ ومکالمہ

محمد رشید*

جو آئے آئے کہ ہم دل کشادہ رکھتے ہیں

اپریل 2014 کے الشریعہ میں شائع ہونے والے راقم کے مضمون ''جمہوری ومزاحمتی جدوجہد......ایک تجزیاتی مطالعہ'' کی تردید میں جون 2014 کے الشریعہ میں ڈاکٹر عبدالباری عتیقی صاحب کا مضمون شائع ہوا ہے۔ 9 صفحات پر مشتمل مضمون کے پہلے دو صفحات میں راقم کے متذکرہ مضمون پر ''فردجرم'' کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

۱۔ محمد رشید کے مضمون میں جہادی وانقلابی لوگوں کا نقطہ نظر بیان کیا گیا ہے۔

۲۔ یہ نقطہ نظر اول تا آخر غلط ہے۔

۳۔ پوری تحریر قرآن وحدیث کے دلائل سے عاری ہے۔

۴۔ پوری تحریر محض جذبات کی شاعری کا اظہار ہے۔

۵۔ یہ تحریر ردعمل کی نفسیات اور نام نہاد غیرت پر مبنی ہے۔

۶۔ یہ دورحاضر کی وہ انقلابی فکر ہے جس میں تباہ کن تشدد اور دہشت گردی کو مزاحمت اور جہاد کا نام دے دیا جاتا ہے۔

۷۔ انسانیت کی تاریخ میں جنگ وقتال ایک اضطراری اور ہنگامی حالت رہی ہے اور امن ایک مستقل چیز۔ محمد رشید نے جوش جذبات میں یہ ترتیب الٹ دی ہے۔ ان کے نزدیک اب جنگ وقتال اور مسلح جدوجہد عین فطری اور مستقل حالت قرار پائی ہے جبکہ پرامن دور اور پرامن جدوجہد اضطراری اور وقتی ٹول قرار پایا ہے۔

ڈاکٹر عتیقی نے اپنے مضمون کے تین صفحات تصور جہاد کی ''مرمت'' اور چار صفحات جمہوریت کی تعریف ودفاع اور خلافت سے لاتعلقی کے اظہار پر سیاہ فرمائے ہیں۔ جن لوگوں کی فکری ابتری کا یہ حال ہو کہ قرآن واسلام کے سیاسی اصولوں کی تمام خوبیاں انہیں انگریز کے عطا کردہ ''جمہوریت'' کے سیاسی نظام میں تو بدرجہ کمال نظر آ رہی ہوں، لیکن یہی خوبیاں انہیں نبی اکرم ﷺ کے عطا کردہ ''خلافت'' کے سیاسی نظام میں نظر نہیں آتیں۔ جمہوریت کے مقابلہ میں خلافت کے سیاسی نظام سے بے تعلقی کا اظہار یہ ذہنیت ان الفاظ میں کرتی ہے کہ ''یہاں یہ بھی واضح رہنا چاہیے کہ

*abu_munzir1999@yahoo.com

ایسا نہیں ہے کہ اسلام نے ''خلافت'' کے نام سے کوئی مخصوص سیاسی نظام قائم کیا ہے''۔ بھلا جو ذہنیت نبی اکرم ﷺ کے عطا کردہ اور منہاج نبوت پر قائم ہونے والے خلفائے راشدین کے خلافت کے سیاسی نظام کو یک قلم اسلام سے نکال باہر کرتی ہو، اس ذہنیت کے لیے راقم ایسے نہایت کمتر اور حقیر طالب علم پر وہ الزامات لگانا کیسے مشکل ہو سکتا ہے جن کا ذکر اوپر کی سطور میں ہوا ہے۔

مضمون نگار کی معقولیت اور دیانت کا اندازہ اس نکتہ سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ راقم نے اپنے مضمون میں علمبرداران جمہوریت پر انتہائی سنگین نوعیت کی جو فرد جرم تحریر کی، جناب عتیقی کا مضمون ان انتہائی سنگین جرائم/الزامات کے جواب میں بالکل خاموش ہے۔ لیکن جمہوریت پر وارد ہونے والے چند ایسے اعتراضات ونقائص، جن کا ہمارے مضمون میں قطعاً کوئی ذکر تک نہیں، کی زوردار تردید لکھ مارتے ہیں۔ اس زوردار تردید وتنقید اور جمہوریت کے فرضی دفاع پر چار صفحات سیاہ کر دیے جاتے ہیں۔

فرض کریں کہ ایک ''ملزم'' کے خلاف سنگین دفعات کے تحت کوئی مقدمہ عدالت میں زیر کارروائی ہے۔ اس ''ملزم'' کا مخالف وکیل دہشت گردی، قتل، اغوا اور ڈکیتی وغیرہ کے سنگین جرائم ثابت کرنے کے لیے عدالت میں اس کے خلاف دلائل دیتا ہے تو اس ''ملزم'' کا وکیل ان سنگین جرائم کے جواب اور دفاع میں ایک لفظ بھی عدالت میں نہیں کہتا بلکہ اپنے موکل/''ملزم'' کے خلاف سائیکل چوری، کم تولنے، ٹریفک کا اشارہ توڑنے وغیرہ الزامات (جن کا مقدمہ میں کوئی ذکر ہی نہیں) کا نہایت مدلل، زوردار اور دنداں شکن جواب/دفاع عدالت میں پیش کرتا ہے۔ اب ایسے وکیل کی دیانت اور معقولیت پر جتنا اعتبار کیا جا سکتا ہے، اپنی زیر بحث تحریر کے ذریعہ ڈاکٹر عتیقی کا رویہ اتنا ہی معتبر اور معقول ثابت ہوتا ہے۔ کیا یہ بات حیران کن نہیں کہ ڈاکٹر عتیقی نے راقم کے مضمون کا جواب دینے کے لیے ''جمہوریت'' پر جن اعتراضات کا جواب عنایت فرمایا، ان اعتراضات کا راقم کے زیر بحث مضمون میں ذکر تک نہ ہے۔

ڈاکٹر عتیقی علمبرداران جمہوریت پر راقم کے الزامات کے دفاع میں جس ''معقولیت اور دیانت'' کا مظاہرہ کرتے ہیں، بالکل اسی ''معقولیت اور دیانت'' کا اظہار آنجناب کے ان دیگر الزامات میں ہمیں نظر آتا ہے، جو انہوں نے راقم کے زیر بحث مضمون پر عائد فرمائے ہیں۔

ایک تجزیہ کار/تنقید نگار کی علمی دیانت اس چیز کا تقاضا کرتی ہے کہ فریق مخالف پر جو جو الزامات لگائے جا رہے ہیں، ان الزامات/مفروضات کو وہ فریق مخالف کی تحریر کے حوالہ جات سے ثابت کرے اور پھر علمی دلائل سے ان کا تجزیہ ومحاکمہ کرے۔ لیکن ڈاکٹر عتیقی صاحب کا مضمون اپنے الزامات/دعووں اور مفروضات کو ثابت کرنے میں اس معقول اور صائب روش سے عاری نظر آتا ہے۔ موصوف نے اپنی تحریر میں جا بجا مغالطہ آمیزیاں پیدا فرمائی ہیں اور پھر اپنی ان خود تراشیدہ مغالطہ آمیزیوں کی تردید میں زور استدلال کا استعمال فرمایا ہے۔

آنجناب کی دیانت کا حال یہ ہے کہ وہ راقم کے نقطہ نظر کو پورے زور وشور سے غلط قرار دے رہے ہیں، اسے نرا جذباتی اور قرآن وسنت کا مخالف قرار دے رہے ہیں مگر مجال ہے اپنے 9 صفحاتی مضمون کے کسی ایک پیرے ہی میں وہ راقم کے

نقطہ نظر کا نچوڑ اور خلاصہ بیان کر دیں۔ تاہم انہوں نے راقم کے مضمون کے بعض نامکمل اقتباسات سے اپنی مرضی کا مکمل مفہوم اخذ کیا اور پھر اس کی تردید میں صفحے سیاہ کرنے میں نہایت مہارت کا مظاہرہ فرمایا۔ ذیل میں ہم اپنے 9 صفحاتی مضمون (جمہوری ومزاحمتی جدوجہد......ایک تجزیاتی مطالعہ) میں بیان کیے گئے نقطہ نظر کا خلاصہ بیان کر رہے ہیں:

۱۔ ظالم، بے انصاف، بے رحم، بے حس، غریب کُش اور کمزوروں کا استحصال کرنے والے معاشروں میں مسلح بغاوت یا مزاحمت ظلم، جبر، بے رحمی اور بے انصافی کی لعنتوں کا ردعمل ہے۔ جو طاقت وقوت کے زعم اور تکبر میں مبتلا ایوانوں کے ردعمل میں جنم لیتا ہے۔

۲۔ ہم نہ ہی سیاسی حکومت کا قیام بذریعہ انتخاب (Election) کو حرام سمجھتے ہیں اور نہ ہی مسلمانوں کے دینی و دنیاوی استحصال پر احتجاج کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔ ہمارا اصل دکھ تو یہ ہے کہ ان ٹولز کو ضرورت اور کام چلانے کے ٹولز کے عام مقام پر رکھنے کی بجائے ہمارے قائدین اور دینی زعماء انہیں انسانیت کی بیافت اور مسائل کا واحد حل بنا کر پیش کر رہے ہیں۔

۳۔ آج ساری دنیا کے شیاطین اور مقتدر طبقات (ابلیس کی نمائندہ عالمی طاقتوں) نے دنیا بھر میں جمہوریت کو اپنی محبوب ترین لونڈی بنایا ہوا ہے۔ یہ عالمی طاقتیں اپنی اس لونڈی کے ذریعے اسلام کی بدترین مخالفت کر رہی ہیں، اسلام، اہل اسلام، مشاہیر اسلام کا مذاق اڑا رہی ہیں اور مسلمانوں کے محبوب ترین شعائر یعنی رسول رحمت ﷺ اور قرآن حکیم کی بدترین توہین کی مرتکب ہو رہی ہیں۔ ابلیس، اس کی آلہ کار عالمی طاقتیں اور ان عالمی طاقتوں کے آلہ کار مسلم حکمرانوں نے ساری دنیا میں فتنہ اور فساد کا بازار گرم کیا ہوا ہے۔ یہ ابلیسی ٹولہ انسانیت کی روح کا گلا دبا رہا ہے، انسان کی روحانی زندگی کے لیے یہ ٹولہ ایک عذاب بنا ہوا ہے۔ درحقیقت یہ ٹولہ بدترین دہشت گرد ہے، جس نے اپنے اختیارات، وسائل، جدید جنگی ٹیکنالوجی اور ذرائع ابلاغ سے نوع انسانی کو ایک دہشت اور خوف میں مبتلا کیا ہوا ہے۔ یہ ابلیسی ٹولہ نہ صرف انسان اور آخرت (انسان کی ابدی مسرت) کے درمیان ایک دیوار بن کر کھڑا ہو گیا ہے بلکہ ابلیس لعین کا یہ پیروکار ٹولہ انسان اور اس کی دنیا کی نہایت محدود زندگی کی مسرتوں کے درمیان بھی ایک دیوار بن کر کھڑا ہے۔

۴۔ حقیقت یہ ہے کہ ابلیس نے ''جمہوریت اور آزادی'' کے عنوان سے اجتماعی سطح پر انسانیت کا جو بدترین استحصال کیا ہے اور انسانیت کو زندگی کی بنیادی ترین ضرورتوں سے جس طرح محروم کیا ہے، ماضی کی بدترین بادشاہتوں کے دور میں بھی اجتماعی سطح پر انسانیت کا اس طرح گلا دبانا ناممکن تھا۔

۵۔ جب دنیا کا منظر نامہ یہ صورتحال پیش کر رہا ہو کہ پوری دنیا میں ''جمہوریت'' کے نام پر انسانیت کی بدترین تذلیل اور استحصال ہو رہا ہو۔ ساری دنیا کی حکومتیں جمہوریت کا نام لے کر اپنے عوام کی ''روح اور جسم'' ہر دو کا slowly & steadily گلا دبا رہی ہوں۔ ابلیس کی آلہ کار عالمی طاقتیں اسلام اور جمہوریت کو ایک دوسرے کی ضد ثابت کرنے پر تلی ہوں۔ دنیا کے ہر کونے میں ''جمہوریت'' کے نام پر اسلامی اقدار اور اس کی علامتوں (حیا، پردہ، حجاب، داڑھی) کو چن چن کر ختم کرنے کی کوششیں ہو رہی ہوں اور جہاں بس چلے (مثلاً فلسطین، چیچنیا، کوسوو، بوسنیا، میانمار، کشمیر، عراق، افغانستان میں)

مسلمانوں کو بھی چن چن کر مار دیا جائے۔ عالمی ابلیسی قوتوں کے آلہ کار حکمران طبقات کو مسلم معاشروں میں جمہوریت کے نام پر کرپشن، بددیانتی، بدعہدی، لوٹ مار، قانون شکنی، غریب کا گلا گھونٹنے، ظلم و فساد کا بازار گرم کرنے، تعلیم، صحت، قانون، عدالت، امن غرض ہر شعبہ زندگی کی ''حیات'' کا گلا نہایت مکاری، منافقت، سفاکی اور بے حسی سے گھونٹنے کی کھلی چھوٹ دے دی جائے۔ ان مقاصد کے حصول کے لیے عالمی طاقتوں کا ابلیسیت کی تمام طاقتوں سے مسلح ہو کر اپنے آلہ کار مسلم حکمرانوں کی مکمل سرپرستی کرنا اور بار بار جمہوریت کا راگ الاپنا وہ بدترین فعل ہے جس نے مسلم ممالک میں بدترین فساد، بربادی، تباہی، انارکی کا ایک نا ختم ہونے والا منحوس چکر چلایا ہوا ہے۔

۶۔ جمہوریت کے نام پر مسلم ممالک کا تعلیمی شعبہ مغربی دہشت گردی کا شکار ہے، ہمارا صحت کا شعبہ ابلیسی دہشت گردی کا شکار ہے، ہمارا عدالتی نظام قانون کے نام پر بے انصافی اور انصاف میں تاخیر کی خوفناک دہشت گردی کا شکار ہے، ہماری معیشت، ہماری معاشرت، ہمارے ذرائع ابلاغ غرض زندگی کا ہر ہر موثر و قابل ذکر شعبہ ابلیسی دہشت گردی کا شکار ہے۔ اور ہم اس بدترین زوال، اس بدترین دہشت گردی کا شکار ہونے کے باوجود......اور تسلسل کے ساتھ مسلم معاشروں کے ہر شعبہ زندگی پر مغرب کے ابلیسی فکری و عملی دہشت گردانہ حملوں کی موجودگی میں تنازعات کو صرف ''جہاد بذریعہ غیر مسلح احتجاجی تحریک'' میں سمیٹنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ رویہ نہ صرف جہاد بمعنی قتال میں مداہنت کے ارتکاب پر مبنی ہے بلکہ مسلم ممالک اور ساری انسانیت کو درپیش ابلیس کے شش اطراف دہشت گردانہ حملوں سے آنکھیں چرانے اور غض بصر کرنے کے مترادف ہے۔

۷۔ آج مسلم عوام کو، مسلم اساتذہ کو، مسلم صحافیوں کو، مسلم ذرائع ابلاغ کو، مسلم حکمرانوں کو اور مسلم مسلح افواج کو ابلیسیت کے شش اطراف انسانیت کش حملوں سے بچانے کا اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے کہ ان کے فکر و عمل کو ''ایمان واخلاق'' کی ابدی طاقت اور ''جہاد و قتال'' کی ہنگامی ربانی طاقت سے مسلح کرنے میں ہمارے قائدین اور مفکرین مسلسل، پیہم اور بلا تعطل جدوجہد پر اپنی صلاحیتوں کو مرکوز فرمائیں۔ اس جدوجہد سے غفلت اور عدم توجہی نے انسانیت کی روح کو ''موت وحیات'' کی کشمکش میں مبتلا کیا ہوا ہے۔

۸۔ ان جمہوریت پرست درندوں نے براعظم امریکہ کے کروڑوں انسانوں کو چن چن کر جانوروں کی طرح ہلاک کیا۔ اور آج تک یہ انسانیت دشمن، ابلیس کے پیروکار، حیا اور اسلام سے دہشت زدہ جمہوری درندے ساری دنیا پر مسلط ہیں۔ اگر جمہوریت نے مغرب کے ان درندہ صفت انسانوں میں کوئی تبدیلی پیدا کی ہوتی (جو Dark Ages میں بھی بالکل درندوں ہی کی طرح ایک دوسرے کا گلا کاٹتے رہتے تھے) تو یہ انسانیت کو عقیدہ و فکر کی آزادی دیتے، انسانیت کے لیے زندگی کی ضروریات وسہولیات کا حصول (ارزاں ترین قیمت پر) آسان ترین کر دیتے، اسلام اور حیا کو اپنا سب سے بڑا دشمن نہ سمجھتے، دولت، سائنس اور ٹیکنالوجی کو ساری دنیا کے انسانوں کے دکھ درد اور مسائل دور کرنے کے لیے استعمال کرتے، جنگی جنون اور مہلک ایٹمی و کیمیاوی ہتھیاروں سے اپنے آپ کو مسلح نہ کرتے۔ مگر آج دنیا کا جو منظر نامہ ہے وہ ان مثبت باتوں کے بالکل الٹ ہے۔ ان مہلک نتائج کو دیکھ کر ہی حضرت

علامہ اقبال کو آج سے قریباً سو سال پہلے کہنا پڑا:

تیری حریف ہے یا رب سیاست افرنگ   مگر ہیں اس کے پجاری فقط امیر و رئیس
بنایا ایک ہی ابلیس آگ سے تو نے   بنائے خاک سے اس نے دوصد ہزار ابلیس

راقم کے زیر بحث مضمون کا خلاصہ درج بالا نکات میں پیش کیا گیا ہے۔ کیا جناب ڈاکٹر عبدالباری عتیقی ہمارے مضمون میں بیان کیے گئے ان مرکزی ترین نکات کو دیکھ کر بتا سکتے ہیں کہ ان نکات سے وہ نتیجہ فکر کس طرح اخذ ہوتا جس کا اظہار وہ اپنے جوابی مضمون میں ایک الزام کی شکل میں اس طرح کرتے ہیں:

''استعماری طاقتوں کے ظلم و ناانصافی پر مبنی اقدامات کو بنیاد بنا کر ہوش وحواس سے عاری اور قید شریعت سے آزاد جذبات پر مبنی تباہ کن تشدد اور دہشت گردی کو 'مزاحمت اور جہاد' کا عنوان دے دیا جاتا ہے۔''

اگر وہ اپنے اس الزام کو بشمول دیگر نامعقول الزامات کے ہمارے مضمون پر ثابت نہیں کر سکتے اور یقیناً وہ ایسا نہیں کر سکے تو انہیں مان لینا چاہیے کہ تنقید نگاری اور تجزیہ کاری کے لیے دیانت اور معقولیت کی جو کم از کم سطح مطلوب ہے، اس سے انہوں نے اپنے آپ کو عاری ثابت کیا ہے۔ موصوف کو معلوم ہونا چاہیے کہ کسی بھی تجزیہ کار کی تنقید اور مخالف نقطہ نظر کا کوئی معقول جواب نہ پا کر اس پر بلا دلیل وثبوت ''تباہ کن تشدد اور دہشت گردی'' قسم کے لچر اور بیہودہ الزام لگا دینا علم اور دلیل کے میدان میں ایک بے قیمت اور اجنبی طرز استدلال ہے۔ ہاں! جہالت و درندگی کے رسیا، طاقت وقوت کے نشوں میں بدمست اور خدائی کی دعویدار قوتوں کا یہ محبوب، مرغوب اور دل پسند طرز استدلال اور مشغلہ رہا ہے کہ جب کسی کمزور فریق کا شکار کرنا ہو یا کسی ناپسندیدہ شخص کو مجرم ثابت کرنے کا کوئی جواز اور ثبوت ہاتھ نہ لگ رہا ہو تو اس پر فرضی اور جھوٹا الزام لگا کر اپنے شوق شکار اور ذوق درندگی کی تسکین کر لی جائے۔

اگر اپنے اس تجزیہ اور نقطہ نظر کی وجہ سے راقم پر جناب ڈاکٹر عتیقی کا اوپر بیان کیا گیا فتویٰ ثابت ہوتا ہے تو موصوف تسلی جمع خاطر رکھیں کہ وہ خود بھی اپنے اس فتویٰ کی زد سے بچ نہیں پاتے کیونکہ موصوف تصور جہاد کی ''مرمت'' کرتے ہوئے جہاد کی تعریف ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں:

''جہاد ظلم وعدوان کے خلاف مسلمان ریاست کے مسلح اقدام کو کہتے ہیں''۔

موصوف کی اس تعریف کے رو سے ریاست کے اندر اور باہر ہر قسم کے ظلم اور زیادتی کو ریاست کا بذریعہ بندوق اور بذریعہ فوجی (جنگی) اقدام ختم کرنا جہاد ہے۔ ہم اس بحث میں نہیں پڑتے کہ موصوف کی یہ تعریف جہاد کو ایک مذاق اور ایک کھیل بنا کر رکھ دیتی ہے۔ لیکن ہم اتنا ضرور کہیں گے کہ جہاد کی اس انوکھی تعریف کی وجہ سے موصوف کا درج بالا فتویٰ زیادہ شدت سے اور پوری شان سے ان پر لاگو ضرور ہو جاتا ہے۔ کیوں کہ مغربی ابلیسی قوتیں امت مسلمہ کی ''جہاد وقتال'' کے محض تصورات ہی سے وابستگی کو ''تباہ کن تشدد اور دہشت گردی'' کا سبب قرار دیتے ہیں۔ اور اس معاملے میں ان کے ہاں کوئی فرق نہیں پایا جاتا کہ اگر کوئی فرد ''جہاد وقتال'' کے تصورات سے وابستگی کا اظہار کرے تو اسے ''تباہ کن تشدد اور دہشت گردی'' قرار دیا جائے گا اور اگر پوری قوم اور ریاست ''جہاد وقتال'' سے وابستگی اور عملی

تیاری کرے گی تو اسے مغرب کی انسانیت دشمن ابلیسی قوتیں ''تباہ کن تشدد اور دہشت گردی'' قرار نہیں دیں گی۔

جہاد وقتال کے قرآنی تصورات کو مسخ کرنے والے اور اس مقدس قرآنی تعلیم کے معاملے میں مداہنت، مصالحت، شرمندگی اور صفائیاں پیش کرنے والے مغرب کی دجالی قوتوں کو اس لیے سازگار ہیں کہ مسلمانوں میں جہاد اور شہادت کے تصورات انسانیت کی کامل تباہی کے ابلیسی ایجنڈے کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔ مسلمان ریاستوں کے حکمران (چاہے وہ حزب اختلاف میں ہوں یا حزب اقتدار میں) کامل طور پر دجالی تہذیب کے آگے سر بسجود ہیں۔ ایک مسلم ریاست (افغانستان) نے عالمی ابلیسی قوتوں کے جھوٹ، دھوکہ اور فریب کے آگے سر جھکانے سے انکار کیا تھا، تو دجال کی نمائندہ قوتیں اس پر ٹوٹ پڑیں اور اس کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ بعد میں افغانستان کی عوام نے اسلام اور جہاد کا جھنڈا اٹھا اور گزشتہ تیرہ سال سے کامل استقامت سے مغرب کی انسانیت دشمن ابلیسی قوتوں سے جنگ آزما ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ دنیا میں دجالی اقدار کا تاحال سب سے بڑا نمائندہ امریکہ افغانستان میں شکست سے دوچار ہے۔ پس مسلم ریاستیں اور ان کے حکمران عالمی دجالی طاقتوں کا اصل مسئلہ نہیں ہیں۔ ان کا اصل درد سر وہ مسلم عوام ہیں جو اللہ و رسول سے عشق کا دم بھرتے ہیں، جو مغربی دجالی تہذیب کی بجائے اسلام کو راہ نجات سمجھتے ہیں اور نماز، روزہ حج اور زکواۃ کی طرح جہاد کو بھی ایک عبادت سمجھتے ہیں۔ اس عوام کو گمراہ کرنے کے لیے بے حیائی، دنیا پرستی، عیاشی، آوارگی، خود پرستی اور سودی معیشت کی لعنتوں سے برباد کرنے کی آخری حد تک کوشش کی جا چکی ہے، لیکن اس کے باوجود امت مسلمہ اور انسانیت کے دفاع کے داخلی حصار (ایمان واخلاق) اور خارجی حصار (جہاد) کو مکمل طور پر تباہ کرنے میں ابلیس تاحال کامیاب نہیں ہو سکا۔

اسی وجہ سے ابلیس کی سکیم تبدیل ہوئی اور امت مسلمہ کے وہ افراد جن کے ایمان واخلاق اور جہاد وقتال کے قرآنی تصورات کو ابلیس مکمل طور پر تباہ کرنے میں ناکام ہو گیا تھا، ان میں ایسے مفکرین اور سکالرز کی سرپرستی کی گئی جن کی مساعی کا رخ (Shift of emphasis) ایمان واخلاق کی تعمیر کی بجائے فقہی اور فروعی مسائل میں مغرب سے ہم آہنگیاں تلاش کرنے کی طرف پھر چکا ہو۔ لہٰذا جہاد وقتال کے تصورات کو مسخ کرنے اور اسے عوام کی نظروں سے اوجھل کرنے کے لیے پورے شدومد سے ریاست کے ''آسمانوں'' (جہاں کے حکمران دجالی تہذیب اور اس کے پروگرام کے سامنے کامل طور پر سجدہ ریز ہیں) میں چھپانے والے دانشوروں کے لیے دوستی وعنایات کے دروازے کھول دیے گئے۔

یہ نسخہ ابلیسی آلہ کاروں نے اندلس میں مسلمانوں کی نسل کشی کے لیے نہایت کامیابی سے آزمائی جانے والی اس سکیم سے اخذ کیا تھا، جس میں مغرب کے گوری چمڑی والے طاقتور عیسائی حکمرانوں نے مسلم عوام کے جذبہ جہاد سے محفوظ رہ کر اندلس کی چھوٹی چھوٹی کمزور اور نام نہاد اسلامی ریاستوں کو زیر کرنے کے لیے خود پرست اور عیاش حکمرانوں کو جھوٹ، دھوکے اور فریب سے لالچ اور طمع دے کر معاہدوں میں جکڑ لیا۔ اور پھر ایک ایک کر کے ان مسلم ریاستوں کو ہڑپ کرتے گئے۔ رہ گئے مسلم عوام تو وہ ریاست (کے حکمرانوں) سے آخر وقت تک یہی توقع رکھتے رہے کہ وہ ان کی آزادی اور خودمختاری پر سودے بازی اور اسلام سے عظیم غداری کا ارتکاب نہیں کر سکتے۔ ریاست پر حد سے زیادہ

انحصار اور مسلم معاشرے کے خارجی دفاعی حصار (جہاد) سے غفلت کے نتیجے میں اندلس کے مسلمانوں کو تاریخ کی عظیم ترین نسل کشی کا سامنا کرنا پڑا۔ جس کے نتیجے میں پندرہویں صدی عیسوی کے اختتام کے ساتھ ہی اندلس سے اسلام اور مسلمانوں کا بھی خاتمہ ہوگیا۔ انسانی نسل کشی کا یہ نسخہ اندلس کے نئے عیسائی حکمرانوں کے توسط سے نئی دریافت ہونے والی دنیا اور نئی کالونی (براعظم امریکہ) برآمد کیا گیا، جسے اگلے تین چار سو سالوں میں امریکہ کے دس کروڑ اصل باشندوں (ریڈ انڈین) کی نسل کشی کے لیے بے حد کامیابی سے آزمایا گیا۔ کیونکہ وہاں نہ تو اسلام تھا اور نہ ہی جہاد۔ اندلس میں اسلام اور مسلمانوں کے خاتمہ اور انسانیت کی عظیم نسل کشی کے لیے آزمایا جانے والا ابلیسی نسخہ اکیسویں صدی کی عالمی دجالی طاقتوں کا اہم ترین حربہ بن چکا ہے۔ جس کی رو سے عالمی شیطانی تہذیب کے غلبہ کے لیے اور انسانیت کی آخری حد تک تباہی کے لیے ضروری ہے کہ مسلم حکمرانوں (ریاستوں) کو لالچ، فریب اور دھوکہ سے معاہدوں میں جکڑ لو اور مسلم ریاستوں کو ابلیسی عالمی مقاصد کی خدمت میں لگا دو۔ رہ گئے مسلم عوام تو ان میں ایمان و جہاد کی حرارت کو سرد کر دو۔ افسوس مسلم ممالک کے حکمرانوں اور دانشوروں کی عظیم اکثریت دانستہ یا نادانستہ اس ناپاک دجالی منصوبہ کی ادنیٰ خدمتگار بن چکی ہے۔

واضح رہے کہ جس طرح مسلم عوام کو ایمان اور جہاد کی متوازن اور ڈسپلن تعلیم سے روکنا اور دور رکھنا ابلیسی مشن ہے۔ بالکل اسی طرح مسلمانوں کو آپس میں لڑا کر، مسلم معاشروں میں انارکی، ہلاکت، فسادات اور تباہی پھیلانا بھی ابلیس ہی کا دجالی مشن ہے۔ لہٰذا جہاد مسلم معاشرے کی اقدار، عوام اور سرحدوں کا مقدس ترین دفاعی حصار ہے۔ مسلم معاشروں کو بم دھماکوں اور خودکش حملوں کے ذریعے تباہی، بدامنی اور انارکی سے دوچار کرنا قطعاً قطعاً جہاد نہیں ہے...... یہ جہاد کو بدنام کرنے اور جہاد کو فساد ثابت کرنے کا وہ شیطانی منصوبہ ہے میڈیا، دانشور اور صحافیوں کی عظیم اکثریت جس کے ادنیٰ خدمت گار بن چکے ہیں۔ یہ صرف اور صرف ابلیسی آلہ کاروں کا پیدا کردہ فساد ہے، چاہے اس کا ارتکاب اسلام اور ایمان کے کتنے ہی بلند و بانگ دعووں کے ساتھ کیوں نہ کیا جائے۔ جہاد مسلمانوں کے، کمزور انسانوں کے، اسلامی اقدار کے اور مسلم معاشروں کے امن اور ڈسپلن کی حفاظت اور دفاع کا نام ہے۔ جہاد اہل ایمان کی اجتماعی مسلح قوت کے ذریعے اسلامی اقدار اور انسانیت پر حملہ آور مسلح قوت کا اللہ پر یقین اور جنت کی آرزو کے ساتھ مردانہ وار مقابلہ کا نام ہے۔

راقم کا دل اس یقین سے سرشار ہے کہ پاکستان کی پاک افواج اور افغانستان وخیبر پختونخواہ کے پاک دل و پاکباز مجاہدین اپنی تمام تر خامیوں، کمزوریوں اور خطاؤں کے باوجود، انسانیت کی کامل تباہی کے ابلیسی ودجالی منصوبے کی راہ کی سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔ یہ ابلیسی خونخوار درندوں کے مقابلے میں اسلام اور انسانیت کے دفاع کی وہ آخری چٹان ہے، جسے توڑنا اور تہس نہس کرنا مغربی دجالی تہذیب کے نمائندوں کا اہم ترین مشن بن چکا ہے۔ لہٰذا پاکستانی افواج اور افغانستان ووزیرستان وغیرہ کے مسلم سپاہیوں کو نقصان پہنچانا وہ بدترین دہشت گردی ہے، جو عالم مغرب کی عالمی طاقتوں کی آخری تمنا بن چکی ہے۔ جو لوگ اس دجالی منصوبہ بندی کے آلہ کار بن چکے ہیں وہ اسلام اور

انسانیت کے بدترین دشمن ہیں۔ رہا یہ سوال کہ پاکستانی افواج اور وزیرستان کے مجاہدین (طالبان) کی باہمی آویزش کے نتیجے میں مارے جانے والے سپاہیوں کی کیا پوزیشن ہے تو اس میں عادلانہ موقف یہ ہے کہ ہر دو مسلم فریقین میں سے جو بھی اسلامی اقدار، اسلامی سرحدوں اور اور مسلمانوں کی جان ومال کی حفاظت کے عزم وارادے سے لڑتا ہوا مارا گیا وہ شہید ہے۔

تاہم دجالی تہذیب کے اسلام کش وانسانیت دشمن شیطانی ایجنڈا کے مقابل انسانیت کے دفاع کی اس ''آخری چٹان اور حصار'' کی باہمی آویزش کو ہم کسی طور جہاد کا نام نہیں دے سکتے۔ ہماری ناقص رائے میں یہ آویزش عالمی استعماری طاقتوں کی طویل منصوبہ بندی اور خوفناک سازش کا نتیجہ ہے۔ یہ آویزش غیر فطری اور وقتی ہے۔ اس آویزش کے دونوں فریق فطری اتحادی ہیں، لہٰذا یہ آویزش زیادہ دیر چلتی نظر نہیں آتی جس نے بہر حال ختم ہونا ہے اور فطری طور پر ایک عظیم ترین اتحاد کی شکل میں نمودار ہونا ہے، جو ابلیس کے دجالی نمائندوں کے لیے ایک خوفناک ڈراؤنا خواب ہے۔

جہاد بطور تبدیلی کا سیاسی آرگن: راقم کے زیر بحث مضمون میں سیاسی تبدیلی کے لیے یا نفاذ اسلام کے لیے جہاد کا تعارف ایک سیاسی ٹول کے طور پر قطعاً نہیں کرایا گیا۔ ہاں! ان اہل علم کے رویہ پر نہایت افسوس کا اظہار ضرور کیا گیا ہے جو جہاد کو سیاسی تبدیلی کے آرگن کے طور پر متعارف کرانے والے حضرات کی جتنی شدت سے نفی کرتے ہیں اتنی ہی شدت سے جمہوریت اور احتجاجی سیاست کے فریب کارانہ کھلونوں کو نفاذ اسلام کے لیے واحد طریق عمل قرار دیتے ہیں۔ اور بعض مفکرین اور قائدین (مثلاً تنظیم اسلامی کے بانی ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم) تو نفاذِ اسلام اور غلبہ دین کا نبوی منہاج بیان کرتے ہوئے دورِ نبوی ﷺ کے جہاد میں اجتہاد کا اعلان فرماتے ہیں اور احتجاجی سیاست کو ''غیر مسلح تصادم'' کا نام دیتے ہوئے اسے عصر حاضر میں جہاد وقتال کا واحد متبادل قرار دے ڈالتے ہیں۔ جہاد وقتال کی ایک غلط تعبیر ایک نام نہاد اجتہاد کو جنم دیتی ہے۔ اور پھر عصر حاضر کے فریب کارانہ جمہوری ہتھکنڈوں (احتجاجی سیاست) کو اسلامی انقلاب کا واحد منہاج قرار دیتے ہوئے اسے ''جہاد وقتال'' کا تقدس عطا کر دیا جاتا ہے۔ راقم نے تنظیم اسلامی کی رفاقت کے دنوں میں ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم سے طویل عرصے (1996 سے 2002) تک بذریعہ مراسلت اس فکری مغالطہ کی سنگینی اور گمراہی کو مبرہن کرنے کی کوشش کی۔ تاہم راقم کو اس کا اعتراف ہے کہ ایک نہایت حقیر کارکن انتہائی بلندیوں پر فائز راہنما کے غلط تیقن اور وجدان کی اصلاح کرنے میں ناکام رہا۔ اس راہ میں جو سب جھیلتے ہیں وہ جھیلنا پڑا:

اس راہ میں جو سب پہ گزرتی ہے وہ گزری
تنہا پس زنداں، کبھی رسوا سر بازار

اپنے زیر بحث مضمون میں بھی راقم نے جمہوریت اور آزادی کے عنوان سے ابلیس کے دجالی فریب کا پردہ چاک کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور اس فکری خرابی پر نقد کیا ہے جس کے ذریعے ساری دنیا میں فساد کی واحد وجہ مسلمانوں کے ''جذبہ جہاد'' کو قرار دے کر ''احتجاجی سیاست'' کے جمہوری کھلونوں کو مسلمانوں کے ہاتھوں میں تھمادیا جاتا ہے۔

معاملہ کی خرابی اس وقت نہایت سنگین اور شدید ہو جاتی ہے جب ''ہمارے نہایت محترم قائدین اور علماء بھی جمہوریت، آئینی جدوجہد اور انتخابی واحتجاجی سیاست کو اسلام اور مسلمانوں کے لیے بالکل اسی طرح مفید، ضروری اور ناگزیر قرار دیتے ہیں جس طرح مغرب کے ملحد، لادین اور سرمایہ پرست اسے اپنے معاشروں کے لیے بے حد مفید، ضروری اور ناگزیر قرار دیتے ہیں۔ لہٰذا آج ایک طرف اگر مغرب کے مقتدر ابلیسی اور دجالی اذہان دیار مغرب میں رہنے والے انسانوں کی عظیم اکثریت کو جمہوریت، آئین، انتخابی اور احتجاجی سیاست کے کھلونے دے کر ان کا ذہنی، جسمانی اور روحانی بدترین استحصال کر رہے ہیں تو دوسری طرف اہل اسلام کے نہ صرف سیاسی قائدین بلکہ دینی مذہبی راہنما اور مفکرین کی نگاہ میں بھی جمہوریت، آئین، انتخابی اور احتجاجی سیاست کے دجالی کھلونے اہل اسلام کے دکھوں کا واحد علاج اور مداوا ہیں۔''

اس تجزیہ کے ساتھ راقم نے اپنے زیر بحث مضمون میں عرض کیا کہ ''ہماری دینی قوتوں پر ہر دم یہ واضح رہنا چاہیے کہ ایمان واخلاق نہ صرف تمام شعبہ ہائے حیات کی اصلاح کا مستقل اور ابدی نبوی ﷺ منہاج اور حل ہے بلکہ انسانی شعبہ ہائے حیات پر ابلیسیت کے جابرانہ اور قاتلانہ حملوں، امن کے خلاف ابلیس کے پیدا کردہ فساد، دہشت گردی اور جنگ کے تدارک کے مستند ترین اور کائنات کے رب کے محبوب ترین علاج ''جہاد وقتال'' کا بھی داخلی محافظ ونگہباں ہے جبکہ جہاد وقتال ایمان واخلاق کا خارجی محافظ ہے۔'' نیز یہ کہ ''ہمارے قائدین اور مفکرین مسلسل، پیہم اور بلا تعطل اس جدوجہد پر اپنی صلاحیتوں کو مرکوز فرمائیں۔ اس جدوجہد سے غفلت اور عدم توجہی نے انسانیت کی روح کو ''موت وحیات'' کی کشمکش میں مبتلا کیا ہوا ہے۔ اگر ہمارے نہایت محترم قائدین کسی مجبوری یا عذر کی وجہ سے اپنی اصل اور مستقل ذمہ داری نباہنے سے قاصر ہیں تو ہم نہایت ادب سے عرض کریں گے کہ وہ کم از کم امت مسلمہ کے وقار اور اسلام کے نفاذ کو ان وقتی ہنگاموں، احتجاجی جلوسوں اور لانگ مارچوں سے مشروط کرنے کا سبق نہ پڑھائیں، جنہیں آزما آزما کر حضرت انسان تھک چکا ہے مگر منزل ہے کہ ہاتھ لگتی ہی نہیں۔ یہ فرسودہ احتجاجی ہتھکنڈے (بمعنی منظّم اور پر امن احتجاجی تحریکیں) کم از کم پچھلے ایک سو سال سے مسلم سیاسی ومذہبی تحریکوں کے زیر عمل ہیں...... لیکن نتیجہ سب کے سامنے ہے، دنیا میں غلبہ واقتدار اور دین کا احیا تو کیا ہوتا، الٹا ایمان اور مذہب کی رہی سہی قدریں بھی اس راہ میں گم ہو کر رہ گئیں۔ سوال کیا جا سکتا ہے کیوں؟ اس کا سادہ سا جواب ہے کہ اضطرار کو اضطرار کے مقام پر رکھنے کی بجائے اسے اوڑھنا بچھونا بنا لیا گیا اور اس غیر فطری اصرار اور جنون میں وہ اپنا اصل اور مستقل لائحہ عمل بھلاتے اور پس پشت کرتے چلے گئے۔''

محترم ڈاکٹر عبد الباری عتیقی صاحب دل پر ہاتھ رکھ کر بتائیں کہ کیا ہمارے اس تجزیہ اور تجویز کے کسی ایک جملے سے بھی ان کی طرف سے عائد کیے جانے والے الزامات کو ثابت کیا جا سکتا ہے۔

آخر میں ہم موصوف کے اس الزام کو جزوی طور پر قبول کرتے ہیں کہ: ''(محمد رشید کی) پوری تحریر قرآن وحدیث کے دلائل سے مکمل طور پر تہی دامن نظر آتی ہے''۔ ہم یہ وضاحت پیش کرنے کی جسارت کرتے ہیں کہ ہماری زیر بحث تنقیدی تحریر کے براہ راست مخاطب وہ نہایت محترم اہل علم تھے جو ایمان اور جہاد کی اہمیت وعظمت کو براہ راست قرآن

وحدیث سے ہم سے بہتر طور پر سمجھتے ہیں۔ تاہم ہمیں خطرہ ہے کہ اگر ہم نے اہل ایمان کی اجتماعی زندگی کے داخلی محافظ ''ایمان واخلاق'' اور خارجی محافظ ''جہاد وقتال'' کی اہمیت وعظمت اور تشریح کے لیے قرآن وسنت کے سینکڑوں حوالہ جات سے استدلال کیا تو الشریعہ کو خاص نمبر شائع کرنا پڑ جائے گا، اگر کبھی الشریعہ نے اس موضوع پر خاص نمبر شائع کرنے کا اعلان کیا تو ڈاکٹر عتیقی کا یہ اعتراض بھی دور کر دیا جائے گا، تاہم اس بات کا غالب امکان ہے کہ یہ مقالہ ''جمہوری'' فریب کاریوں کی تعریف وتحسین، الحاد وآوارگی سے کھیل کود اور خلافت وجہاد کے خالص قرآنی ونبوی تصور کے انکار وفرار سے عاری ہونے کی وجہ سے (ثناخوان مغرب کی نظروں میں) مردود ہی قرار پائے گا۔ اور اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ ڈاکٹر عبدالباری عتیقی اور اس قبیل کے دیگر لوگ جعلی الزامات اور دیگر خوفناک فتویٰ نما تیروں سے ہمیں چھلنی چھلنی کرنے کے لیے میدان میں نہیں نکل آئیں گے؟

موصوف نے اپنے مضمون کے آخر میں راقم کی ذات پر طعنہ زنی کرتے ہوئے طنز کے نشتر چلائے ہیں۔ انسان جب دلیل کے میدان میں ناکام ہو جاتا ہے تو وہ اپنی ناکامی کو ہجو گوئی اور طعنہ زنی کی اوٹ میں چھپانے کی کوشش کرتا ہے۔ اب بھلا ذاتی ہجو گوئی کا کسی کو کیا جواب دیا جائے۔ ہم ان کے لیے دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں صحت فکر عطا فرمائے۔ درج ذیل دلی کیفیت کے ساتھ ہم اپنے اس طویل وضاحت نامہ کو ختم کرتے ہیں:

غم جہاں ہو، غم دوست ہو کہ تیر ستم   جو آئے آئے کہ ہم دل کشادہ رکھتے ہیں

افکار شگفتہ

چند علمی وفکری مباحث

مصنف: ڈاکٹر محمد شکیل اوج

O حروف مقطعات اور ان کے معارف O ائمہ مجتہدین کے اختلافات اور ان کی نوعیت O حنفی اصول الفقہ O اعضاء کی پیوند کاری کا جواز O کیا عصر حاضر میں خلافت راشدہ کا قیام ممکن ہے؟ O سیاسی، مذہبی اور روحانی ملوکیتیں O رویت ہلال میں سائنسی علوم کا کردار O خلع میں قاضی یا حاکم عدالت کا اختیار O پاکستان میں اقلیتوں کا مستقبل......محفوظ یا غیر محفوظ

[صفحات: ۲۸۷۔ قیمت: ۳۰۰ روپے]

(مکتبہ امام اہل سنت پر دستیاب ہے)